

جناب عبدالرؤف ظفر
آخری قسط

تحقیق و تنقید

معراج النبی پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ

معراج النبی کی تاریخ میں دشواری کا سبب یہ ہے کہ ہجرت سے قبل سن اور تاریخ نہیں تھے، قرآن مجید میں لیلۃً کا لفظ ہے، گویا رات کو ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ ہجرت سے قبل یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا۔ قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے آن حضرتؐ کی ۲۳ سالہ سیرت مبارکہ کی جنٹری تیار کی ہے جس کے مطابق ۱۵ھ ولادت نبویؐ ۲۴ رجب کو شب معراج ہوئی۔ ۲۴ رجب کے بعد طلوع ہونے والا دن بدھ تھا۔ اس لحاظ سے بدھ کی شب ۲۴ رجب ۱۵ھ ولادت نبویؐ شب معراج ہوئی۔

(رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۱۲۶)

در اصل اس دور میں لوگ اس قسم کے دنوں کو مناتے نہیں تھے کہ ان کو ذہن میں رکھتے بلکہ اصل تحفہ جو اس رات ملا، اس کو کسی نے نہ چھوڑا، یعنی نماز۔

ایک اور چیز جس کا ذکر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کسی چیز کے وقوع میں اختلاف سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ سرے سے اس چیز کا ہی انکار کر دیا جاتے۔ حالانکہ اگر مختلف لوگ مختلف انداز میں کسی چیز کے متعلق بات کریں تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس کا اصل موجود ہے جس کے متعلق اختلاف ہو رہا ہے، ورنہ اگر اصل ہی نہ ہوتی تو تاریخ میں اختلاف کیسا؟ اور اگر تاریخ میں اختلاف کی بنا پر اصل کا انکار ہو سکتا ہے تو نہ آن حضرتؐ کی ولادت ثابت ہوگی اور نہ ہجرت! مثلاً ہمارے ملک میں علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش کے متعلق کئی سالوں بعد اب یہ حقیق ہوئی ہے کہ یہ ۹ نومبر ۱۸۹۰ء

ہے۔ پہلے کوئی اور تاریخ تھی لیکن رضوانی صاحب نے علامہ صاحب کی پیدائش کا انکار نہیں کیا۔ پس معراج کی تاریخ کی بجائے مقاصد پر غور کریں!

۵۔ الفاظ کئی جگہوں میں الجھتے نہیں دانا،

غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گھر سے!

۶۔ آن حضرت معراج کے وقت جس جگہ سکون پذیر تھے، یہ کوئی ایسی سوچنے کی بات نہیں۔ اصل مقصد تو آپ کا تشریف لے جانا ہے۔ بلاشبہ آپ تشریف لے گئے معین کی روایات کے مطابق آپ کعبہ میں محو استراحت تھے۔ (بخاری جلد اول ص ۵۸)
بخاری و مسلم کی ایک روایت حضرت ابوذر غفاریؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:
”میں مکہ میں تھا، میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرائیلؑ آئے۔“

(بخاری جلد اول ص ۵۰)

مولانا سلیمان ندویؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

”ہمارے نزدیک اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں آرام فرماتے، لیکن آپ کو مشاہدہ یہ کرایا گیا کہ آپ اپنے گھر میں ہیں۔ اس کی چھت کھلی جبرائیلؑ آئے۔“ (سیرت النبیؐ ج ۳ ص ۳۱۱)

اگر گھر کو بھی تسلیم کر لیا جاتے تو یہ خلاف حدیث نہیں کہ گھر سے جبرائیلؑ آنحضرتؐ کو خانہ کعبہ میں لے گئے، وہاں شوق صدر ہوا اور پھر عالم بیداری میں آنحضرتؐ بیت المقدس اور آسمانوں کو دیکھا۔ اس سے بھی واقعہ معراج کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ جزئیات میں اختلاف کی بنا پر اصل چیز کا عدم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۸۔ صحیحین کی روایات اور دیگر مستند احادیث کے مطابق آن حضرت کا شوق صدر دفعہ ہوا، ایک دفعہ معراج سے قبل اور ایک دفعہ پچپن میں۔ معراج میں بھی اگر شوق صدر ہوا تو اس سے پہلے واقعہ کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آن حضرتؐ کے پاس جبرائیلؑ آئے جبکہ آپؐ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، انہوں نے آنحضرتؐ کو پکڑ کر لٹایا، سینہ شوق کیا اور دل نکالا۔ اس سے ٹوٹ کر لو ٹھہرا نکالا اور کہا: ”هَذَا احْطَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ“ ”یہ آپ سے شیطان کا حصہ ہے“ پھر سونے کے محال میں رکھ کر اسے زمزم کے پانی سے دھویا اور اسے اس کی جگہ پر رکھ کر دشمن کو

درست کر دیا۔ حضرت انسؓ نے زخم کے سینے کا نشان آنحضرتؐ کے سینہ مبارک میں دیکھا۔
بچوں نے جا کر یہ واقعہ اپنی ماں (دایہ) کو بتایا۔ وہ انہیں تو ان حضرتؐ کا رنگ تبدیل تھا۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲)

دوسری روایت اس طرح سے ہے، اُن حضرتؐ نے ارشاد فرمایا:
”جبریلؑ نے میرے پاس آکر سینے میں شگاف کیا، پھر اس کو زمرم کے پانی
سے دھویا، پھر سونے کے ایک تھال کو، جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا،
میرے سینے میں ڈال دیا“ (مسلم ج ۱ ص ۱۱۲)

یہ واقعہ دو دفعہ ہوا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپؐ یحییٰ میں شیطان کے ہر حملہ
سے محفوظ کر دیے گئے اور آپؐ کا سینہ علم و حکمت سے بھر دیا گیا۔ آپؐ کے دل میں غیر انشد
کا خیال پہلے ہی نہ تھا لیکن اب تصور بھی نہ رہا۔

تاخانہ دل خالی از اغیار نیابی
بام و درایں خسانہ پُر از یار نیابی

۹۔ مسجد اقصیٰ کا وجود قرآن مجید سے ثابت ہے جس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔
محدثین کی صحیح روایات کے مطابق یہ یروشلم میں واقع ہے۔ معراج کے وقت مسجد نبویؐ کا
وجود ہی نہیں تھا تو اُس کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور بعد میں بھی مسجد نبویؐ کو
مسجد اقصیٰ نہ کہا گیا بلکہ صحیح روایات میں جن ایسی تین جگہوں کا ذکر ہے جہاں پر ثواب
زیادہ ملتا ہے، ان میں مسجد نبویؐ کے ساتھ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا بھی ذکر ہے۔
(مشکوٰۃ ص ۷۲، باب المساجد)

جہاں تک اس کے منہدم ہونے اور معراج النبیؐ کے وقت موجود نہ ہونے کا تعلق
ہے، اس کے متعلق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے بڑی تحقیق سے بیت المقدس کی پوری تاریخ
لکھی ہے اور حاشیہ پر یہ لکھا ہے:

”مسجد اقصیٰ، بیت المقدس۔ یہ انبیاء سابقین کا قبلہ ہے۔ یہ مسجد جس کو اہل کُتّاب
میکل کہتے ہیں، ملک فلسطین کے شہر یروشلم میں حضرت سلیمانؑ نے حضرت موسیٰؑ
سے تخمیناً پانچ سو برس بعد تعمیر کی تھی، اس پر بنی اسرائیل کی شرارت اور بدکاری
سے کئی بار صدمے آئے۔ گرائی گئی اور پھر بنی۔ اُن حضرتؐ کے عہد میں

شہزادہ روم طیتس (TITUS) کی گرانی ہوئی مسجد کا ایک ڈھیر بڑا تھا۔ مسجد اسی کا نام ہے نہ عمارت کا۔ کیونکہ عمارت بدلتی رہتی ہے مسجد نہیں بدلتی، مگر اس کے پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کر رکھی تھی۔ اس زمانہ میں اس کے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کہتے تھے جس کے نسان آں حضرت نے قریش کے پوچھنے پر بتائے۔ (تفسیر حنائی ج ۵ ص ۴۵)

پورے مکہ کو بھی مسجد حرام کہا جاتا ہے، جیسا کہ جامع البیان میں ہے:

”وَيُطْلَقُ عَلَى مَكَّةَ كُلِّهَا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ“

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۹۲)

پورے مکہ پر مسجد حرام کا اطلاق ہوتا ہے۔

اگر پورے مکہ کو مسجد حرام کہہ سکتے ہیں تو عیسائیوں کی اس دور میں موجود اس مقام پر مذہبی عمارت کو مسجد اقصیٰ کہنے میں کوئی قباحت نہ تھی کسی صحیح روایت میں مسجد نبوی کو مسجد اقصیٰ نہیں کہا گیا اور نہ ہی مسجد اقصیٰ کا مقام جنت میں بتایا گیا ہے۔ رضوانی صاحب ہر گری پڑی چیز کو اٹھا کر محدثین کے نام تھوپنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

۱۰۔ رضوانی صاحب نے حدیث کے ترجمہ میں غلطی کی ہے ”سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ“ کا ترجمہ ”سات ہزار فرشتے“ کیا، جبکہ یہ ستر ہزار ہے۔ کتب احادیث میں الفاظ دیکھے جاسکتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے:

”وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يُعَوِّدُونَ إِلَيْهِ“ (ج ۱ ص ۱۱۱)

”اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر اس کی طرف لوٹتے نہیں ہیں (یعنی ان کی باری پھر نہیں آتی)“

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ستر ہزار باتیں کرنے کا لکھا ہے، حالانکہ کسی حدیث کی کتاب میں اس کا وجود نہیں بلکہ وصفی جملہ ہے۔ آں حضرت کے نام جھوٹی بات منسوب کرنے پر آں حضرت نے بہت سخت وعید سنائی ہے، فرمایا:

”مَنْ كَذَّبَ عَلَيَّ مِنْ بَعْدِي فَلْيَنْتَبِئْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“

(بخاری ج ۱ ص ۱۱۳)

”جس آدمی نے مسجد پر جھوٹ باندھا تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے!“
پھر اس مقام پر حدیث کا ترجمہ بالکل غلط لکھا ہے۔ مضمون میں ”پانچ یا پچاس برابر ہیں“
لکھا ہے۔ حالانکہ حدیث کے لفظ یہ ہیں:

”فِي خَمْسٍ وَخَمْسُونَ“ (مسلم ج ۱ ص ۱۱۳)

کہ ”وہ پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس ہیں!“

دوسری حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے، لہذا پانچ نمازیں پچاس کے برابر ثواب میں ہوں گی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے معراج کی پوری روایت ہے۔ پھر بعد ازاں نمازوں کی تعداد جب تخفیف کر کے پانچ کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”يَا مُحَمَّدُ إِنَّمَنْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ ذَلِيلًا، لِكُلِّ صَلَوةٍ عَشْرٌ فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَوةً وَمِنْ هَمٍّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْ بِكَتَبَتْ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ كُتِبَتْ عَشْرًا“ (ایضاً ص ۱۱۱)

”اے محمدؐ، یہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ ہر نماز کا ثواب دس کے برابر ہے۔ اس طرح سے پچاس تصور ہوں گی اور جو نیکی کا ارادہ کرے لیکن نہ کر سکے تو اُس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا اور اگر نیکی کر لی تو دس لکھی جائیں گی۔“
مطلب صاف واضح ہے، پھر فرشتوں کے متعلق وضاحت صحیح مسلم میں ہی آگے ہے چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی حدیث میں ہے، اُس حضرت نے فرمایا:

”ثُمَّ رَفَعَ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِائِيلُ مَا هَذَا؟ قَالَ هَذَا بَيْتُ الْمَعْمُورِ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعِدْ فِيهِ الْخَرُ“ (مسلم ج ۱ ص ۱۱۱)

پھر ”میرے سامنے بیت المعمور بلند ہوا۔ میں نے کہا ”جبرائیل یہ کیا ہے؟“
جبرائیل نے کہا ”یہ بیت المعمور ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ جب وہ نکل جاتے ہیں تو پھر آخر تک واپس نہیں آتے“ یعنی

”اُن کی باری نہیں آتی“

۱۱۔ فہم حدیث کے لیے سیاق و سباق کو مد نظر رکھنا ضروری ہے لیکن یہاں اسے بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پہلی بخاری شریف کی روایت میں امام بخاریؒ نے جس جگہ اس کو درج کیا وہ اس طرح سے باب باندھا گیا ہے:

”بَابُ صَلَوةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوفِ“

”کُسُوفِ میں عورتوں کی مردوں کے ساتھ نماز“

پھر حدیث میں ہے، سورج گرہن کی نماز پڑھا کر اُن حضرتؓ نے یہ فرمایا:

”میں نے جنت اور دوزخ کو اس جگہ دیکھا“ الفاظ یہ ہیں:

”مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامٍ

هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ“ (بخاری ج ۱ ص ۱۴۴)

”کوئی چیز نہیں جو میں نے اس جگہ نہ دیکھی ہو، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دیکھے!“

یہ روایت نماز کُسُوف کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے اُن حضرتؓ کو جو منظر دکھایا، اس میں معراج کا کوئی ذکر نہیں، نہ خواب کا ذکر ہے۔ لیکن صاحب مضمون نے معراج الہی کو خواب یا افسانہ ثابت کرنے کے لیے اس کو بھی درج کر دیا، حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہاں یہ استدلال کسی صورت بھی نہیں ہو سکتا۔

جامع ترمذی کی روایت میں صاف طور پر ”فِي الْمَنَامِ“ (نیند میں) - جامع ترمذی ج ۲ ص ۸۷ کے لفظ ہیں۔ مضمون میں بیان کردہ اور یہ روایت دونوں ہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں لیکن صاحب مضمون نے حدیث کو سمجھے بغیر یا اپنی مرضی سے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر دوسری طرف نظر ہی نہیں کی اور پھر دوسری جگہ جامع الترمذی میں ہی حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ اُن حضرتؓ نے فرمایا ”إِنِّي نَجِسْتُ“ مجھے اونگھ آئی“ پھر ایک اور روایت میں ہے جو مسند احمد میں حضرت معاذؓ سے بیان کی گئی ہے اُن حضرتؓ نے فرمایا:

”فَنَجِسْتُ فِي صَلَوةِي حَتَّى اسْتَيْقَظْتُ“ (ج ۵ ص ۱۴۳)

”مجھے نماز میں اونگھ آئی، یہاں تک کہ میں بیدار ہوا“

گویا خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوتی۔

ان تمام روایات کو سیاق و سباق سے ملا کر پڑھنے سے برابر بھی یہ الجھن باقی نہیں رہتی کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔

صاحب مضمون کو آں حضرت کا جاگنا معلوم ہوا ہے لیکن دوبارہ اونگھنا نظر نہیں آیا واقعہ معراج مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس روایت میں خواب کا واقعہ ہے، ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے معراج کا خواب کا واقعہ ہونا کسی طرح سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور پھر ان دونوں حدیثوں کو کسی محدث نے بھی معراج کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ محدثین رضوانی صاحب سے بہر حال زیادہ فہم حدیث رکھتے ہیں۔ ۱۲۔ پچاس نمازوں پر ہاں کرنے سے آں حضرت نے عام آدمی کی کامن سنس سے بھی کام نہ لیا۔ یہ اعتراض بجائے احادیث کو غلط ثابت کرنے کے خدا تعالیٰ کی ذات پر کرنا چاہیے تھا۔ کیا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا کہ ایک دن میں پچاس نمازیں ادا نہ ہو سکیں گی اور پھر بھی حکم دے دیا؟ خدا ھُوَ جَوَابُكُمْ فَمَا جَوَابُنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آں حضرت نے رہنمائی حاصل کی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حضرت موسیٰ پہلے ان چیزوں کے تجربات کر چکے تھے چنانچہ حضرت موسیٰ کے لفظ یہ ہیں:

”فَارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أَمَّتَكَ لَا يُطِيعُونَ ذَلِكَ فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ وَحَزَنُومُ“

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱)

”اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کا سوال کریں، آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ بلاشبہ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا اور ان پر تجربہ کیا“

کسی معاملہ میں کسی اور سے رہنمائی حاصل کرنا عیب نہیں ہوتا اور نہ اس میں انسان کی توہین ہوتی ہے۔ آں حضرت خود صحابہ سے مشورہ لیتے جیسا کہ مقدمہ ۵ میں گزر چکا ہے، چنانچہ جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق آں حضرت نے مشورہ لیا۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵) اسی طرح جنگ خندق میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کے مطابق مدینہ کے ارد گرد خندق

کھودی گئی (ایضاً ج ۴ ص ۹۵) دیگر کئی معاملات میں بھی اُن حضرتؑ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ علاوہ ازیں قرآن مجید سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض معاملات میں حضرت موسیٰؑ کی راہنمائی ایک صالح شخص نے کی، اس نے کچھ کام ایسے کیے جو موسیٰؑ کی سمجھ میں نہ آتے اور آپ کے پوچھنے پر آخر میں اس نے کہا:

”ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا“ (الکہف: ۸۲)

”یہ اس چیز کی اصل حقیقت ہے جس پر آپ صبر نہ کر سکے“

اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صالح شخص موسیٰؑ پر بازی لے گیا۔ اسی طرح بعض جزئی معاملات میں ایک نبی کو دوسرے نبی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی حضرت تمام انبیاءؑ سے برتر نظر آتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح سے ہے جیسے طالب علم اقبالؒ نے ۶۵۰ نمبر حاصل کیے جبکہ نذیرؒ نے ۵۸۰ نمبر حاصل کیے لیکن انگریزی میں نذیرؒ کے نمبر اقبالؒ سے زیادہ ہیں تو فضیلت نذیرؒ کی نہیں بلکہ اقبالؒ کی ہے کیونکہ مجموعی طور پر اقبالؒ کے نمبر زیادہ ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی الفت و محبت کی بناء پر اپنے تجربہ کو سامنے رکھ کر اُن حضرتؑ کو نمازوں میں تخفیف کرانے کا مشورہ دیا تو اس سے اُن حضرتؑ کی حقیر کیسے ہوگی؟ قرآن و حدیث میں کئی واقعات ایسے ہیں جن میں حضرت محمدؐ سے سہو کا ہو جانا یا آپ کا پریشان ہونا ثابت ہے اور آپ کو بعد میں خدا تعالیٰ کے بتانے پر یا حسی اور کے کہنے پر پتہ چلا چنانچہ اُن حضرتؑ واقعہ افک کے بارے میں کئی دن پریشان رہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۹۸) پھر یہ وحی نازل ہوئی:

”إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِآيَاتِكُ عَصَبَكُ مِنْكَ“ (التور: ۱۱۱)

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک جھوٹا گدوہ ہے“

تو اُن حضرتؑ کو اطمینان ہوا اور پریشانی دور ہوئی، اسی طرح نماز میں سہو کے واقعات ہیں، چنانچہ آپؐ نے ایک مرتبہ عصر کی نماز کی دو رکعت پڑھائیں، ”ایک صحابی نے پوچھا: ”أَقْصَرْتَ الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْ نَسِيتَ“

”نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے، اسے اللہ کے رسول؟“

آپؐ نے فرمایا،

”كُلُّ دَالِكٍ لَمْ يَكُنْ“

”ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوتی“

تو انہوں نے کہا کوئی بات ہوتی ہے۔ پھر آں حضرتؐ نے صحابہؓ سے پوچھ کر باتی نماز پڑھائی اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۳۲) یہ آں حضرتؐ کی انسانی حیثیات ہیں۔ ان سے آپؐ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح حدیث شفاعت میں یہ ہے کہ جب آں حضرتؐ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے تو،

”ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى مَنْ مَحَامِدُهُ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ“

”پھر اللہ تعالیٰ اپنے محامد اور بہترین تعریفیں مجھ پر واضح کر دیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر واضح نہ ہوئیں“ گویا اس سے پہلے آپؐ کو بھی ان کا علم نہ ہوگا۔ اسی طرح اور کئی باتیں ہیں۔

غور کرنے سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے کہ پانچ نمازوں کے متعلق آں حضرتؐ نے خود تخفیف کا اس وجہ سے سوال نہ کیا کہ ذات خداوندی کا ادب مانع تھا، چنانچہ اسی حدیث میں ہے، جب بار بار آں حضرتؐ کو کوئی واپس اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازوں کے وجہ پر آپؐ نے فرمایا،

”اسْتَخِيتُ مِنْ رَبِّي“ (بخاری ج ۱ ص ۵۱)

”اب مجھے اپنے رب سے حیا نہ آتی ہے“

انبیاءؑ ہمیشہ با ادب ہوتے ہیں اور اپنی اپنی امتوں کو آداب سکھانے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ سے فرمائیں گے:

”أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُجِّي إِلَيَّ مِنْ دُونِ اللَّهِ“

”اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنالو“

تو حضرت عیسیٰ کا جواب قرآن مجید نے اس طرح سے درج نہیں کیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ ادب سے جواب دیا:

”سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُ نَسْتَعِذُّ بِكَ، تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ - مَا قُلْتُ إِلَّا مَا أُمِرْتُ بِحَقِّهِ
 أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ“ (المائدة: ۱۱۶، ۱۱۷)

”تو پاک ہے، میرے لیے یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہہ دیتا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا، اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً تجھے اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ بے شک تو ہی تو ہے پوشیدہ چیزوں کا خوب جاننے والا۔ میں نے تو ان سے کچھ بھی نہیں کہا تھا بجز اس کے، جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ میرے اور اپنے پروردگار کی پرستش کیا کرو“
 یہاں عیسیٰ نے ادب کے ایک ایک پہلو کا خیال رکھا ہے۔ اسی طرح حضرت یونس کی اٹھارہ سالہ بیماری کے بعد یہ دُعا مذکور ہے،

”وَإِيْتُوبْ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَتِنِي مَسْجِدَ الصُّورِ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ“ (الانبیاء: ۸۳)

”اور ایوبؑ کیجئے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا“ مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے!“
 یہاں یہ نہیں فرمایا کہ مجھ کو فوراً شفا دے، نہ ہی کوئی حزرع فرع کیا۔ حضرت یونس جب مچھلی کے پیٹ میں گئے تو ان کی دُعا کے الفاظ یہ ہیں:

”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ (الانبیاء: ۸۷)

”تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے (نقا ص سے) بے شک میں ہی قصور دار ہوں“

یہاں آپ نے اس قید سے رہائی کا سوال نہیں کیا۔ انبیاءؑ بارگاہ الہی کے ادب

ہم سے بہر لحاظ بہتر جانتے تھے۔ اُن حضرتؑ نے ادب کے اس پہلو کو بد نظر رکھ کر خود پہلے سوال نہ کیا ہو تو کیا بعید ہے اور بعد ازاں حضرتؑ مولیٰ کی ترغیب سے اس معاملہ میں بارگاہِ النبیؐ سوال کیا ہو؟ ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قریبوں میں!

۱۳۔ مقدمہ میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیثِ رسولؐ کے بغیر قرآن مجیدؑ کی صورت میں سمجھ میں نہیں آسکتا، اُن حضرتؑ نے اپنی زندگی میں صحابہ کرام کو نماز کی باقاعدہ عبادت کرائی۔ ان کے اوقات کے تعیین کا پورا نقشہ احادیثِ نبویہؐ میں موجود ہے جن کا انکار کوئی آدمی مسلمان کہلا کر نہیں کر سکتا۔ تاہم چونکہ صاحبِ مضمون نے یہ لکھا ہے کہ نماز کے تعیین اوقات کے بارے میں قرآن مجید میں کچھ نہیں ہے اس لیے بیان کیا جاتا ہے کہ بہت کچھ موجود ہے، حالانکہ اگر نہ ہوتا تو احادیث ہی اہل ایمان کے لیے کافی تھیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان اوقات کا بھی بیان فرمایا ہے:

”إِنَّا الصَّلَاةُ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا“ (النساء: ۱۰۳)

”بے شک نماز ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے“

اگر قرآن مجید میں پورا تعیین وقت نہیں تو اس آیت کے لحاظ سے پابندی وقت کیسے ہوگی؟ وہ حدیثِ رسولؐ ہی ہے جو اس پابندی وقت کے متعلق اُن حضرتؑ کی نمازوں کی صراحت کرتی ہے۔ محدثین نے اُن حضرتؑ کی ہر نماز کے وقت کے متعلق بیان کیا ہے نمازوں کے اوقات کا ذکر قرآن مجید میں ہے بلکہ سورۃ السراء میں موجود ہے جو کہ صاحبِ مضمون کو نظر نہیں آیا، ارشادِ ربانی ہے:

”أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِكَ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ

الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا“ (بنی اسرائیل: ۷۸)

”نماز ادا کیجئے آفتاب دھلنے سے رات کا اندھیرا ہونے تک، اور صبح کی

نماز بھی، بے شک صبح کی نماز حضورؐ کی اوقات ہے۔“

لفظ دلوک کے معنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۰ ص ۴۲۸)

”دلوک الشمس“ کے معنی وہی درست ہیں جو عرب لوگوں نے بیان کیے کیونکہ وہ اہل زبان ہیں اس لفظ کا اطلاق تین اوقات یا آفتاب کی تین حالتوں پر ہوتا ہے، مقابلِ نکتہ نگاہ

سے تھ جائے اور غروب آفتاب پر، آیت قرآنی میں یہ ہے کہ ”دلوک“ (جھکاؤ) پر نماز پڑھو تو اس سے تینوں دلوکات پر اب ایک نماز لازم آتی ہے پہلا ظہر کا وقت ہے دوسرا عصر کا وقت اور تیسرا مغرب کا وقت ہے۔ سورج کے ہر جھکاؤ (دلوک) پر اس (سورج) کی خدائی کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے اقرار کے لیے ایک ایک نماز رکھی گئی۔ دلوک میں پہلی تینوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ چوتھی نماز ”عَسَقُ اللَّيْلِ“ (رات کی تاریکی ہٹنا) کی ہے۔ پانچویں نماز قرآن الفجر“ صبح کی نماز پڑھنا ہے۔

دلوک ۱ لفظ کی تشریح لغت عرب سے بیان کرنا مناسب ہے۔ دَلَّكَتِ الشَّمْسُ تَدْلُكَ دُلُوكًا، عَرَبَتْ، وَقِيلَ اصْفَقَتْ وَمَالَتْ لِلْغُرُوبِ۔

(اليضاج ۱ ص ۲۲۶)

”آفتاب کا دلوک یعنی وہ غروب ہوا اور کہا گیا ہے کہ وہ زرد ہو گیا اور غروب کے لیے جھک گیا“

”رَوَى ابْنُ هَاشِمٍ عَنِ الْأَخْفَشِ أَنَّهُ قَالَ دُلُوكُ الشَّمْسِ مِنْ نَوَالِمَا إِلَى غُرُوبِهَا!“

”ابن ہاشم نے اخفش سے بیان کیا، اس نے کہا ”دلوک الشمس“ زوال سے غروب تک ہے۔“

یہ حوالہ بھی لسان العرب کے اسی صفحہ کا ہے۔ لغت عرب سے معلوم ہوا، آفتاب کے

زوال سے غروب تک تین دلوک ہیں۔ زمانہ جاہلیت کا ایک شعر ہے۔

هَذَا مَقَامٌ قَدْ مَنَى رِبَاحٌ ذَمِبٌ حَتَّى دَلَّكَتِ رِبَاحٌ!

”وہ جگہ ہے جہاں لڑائی میں رباح کے دونوں قدم جمے تھے، اس نے دشمنوں

سے اپنی عزت کی حفاظت کی، یہاں تک کہ سورج ہتھیلی سے جھک گیا۔“

معلوم ہوا کہ جاہل شعراء نے بھی اس کو جھکنے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ایک

اور آیت تعین وقت کے متعلق یہ ہے:

”وَسَيَبْخُ يَحْمَدُ رَبَّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا

وَمِنْ أُنَاءِ اللَّيْلِ فَسَيَبْخُ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ! (طلہ: ۱۳۰)

”اور اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہے حمد کے ساتھ، آفتاب کے طلوع سے

قبل اور اس کے غروب سے قبل اور اوقاتِ شب میں بھی تسبیح کیجئے اور دن کے اول و آخر میں

انتساب نکلنے سے قبل صبح کی نماز غروب سے قبل عصر کی نماز اور رات کے پھر حصہ میں عشاء، دن کے کناروں میں ظہر اور مغرب مراد ہیں۔ اطراف کا لفظ جمع ہے۔ اس بناء پر دن کے کم از کم تین کنارے ہونے چاہئیں کیونکہ دو کے لیے عربی زبان میں تشبیہ کا مصیغہ ہوتا ہے۔ دن کے یا دو کنارے ہیں صبح اور شام یا تین۔ اگر درمیان کا اعتبار لیا جائے تو صبح، دوپہر اور شام۔ پہلی شق لی جائے تو صبح کا ذکر دوبارہ ہو گا اور ظہر غائب، دوسری لی جائے تو ظہر آجاتی ہے لیکن صبح دوبارہ۔ دن کے درجستے ممتاز ہوتے ہیں، ایک صبح سے دوپہر تک، دوسرا دوپہر سے شام تک۔ اطراف سے ان ہی دونوں حصوں کے آخری کنارے یہاں مراد ہیں۔ پہلے کا آخری حصہ ظہر دوسرے کا آخری حصہ مغرب ہے۔ گویا اس آیت میں بھی پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔

ان دونوں آیتوں کے علاوہ قرآن مجید کی اور آیات بھی ہیں جن سے نمازوں کا تعین ہوتا ہے اور اُن حضرات نے قرآن مجید کی روشنی میں نماز پڑھائی، پھر اس پر صحابہ کرام نے عمل کیا اور آج تک مسلمان اسی انداز سے پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اُن حضرت کا برفعل قرآن کی روشنی کے مطابق ہے اور آپ کا ہر ارشاد قرآن مجید کی وضاحت ہے۔

۱۲۔ صاحبِ مضمون نے کئی بار اس بات کو دہرایا ہے کہ واقعہ معراج یہودی اختراع ہے۔ ہم اس بات کو دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کی معراج ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کیا اور آنحضرت کی صحیح احادیث میں بھی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُن حضرت کے معراج کو جسمانی ثابت کرنے سے مذہبِ یہود کو تقویت کیسے ملتی ہے؟ جبکہ اُن کے پیغمبر حضرت موسیٰ کو یہ مقام نصیب نہ ہوا بخیرین نے پوری چھان بین سے احادیث درج کی ہیں۔ اگر ہمیں خامی نظر آتی تو اس کو صاف بیان کر دیا۔ احادیثِ معراج میں ایسی کوئی کمی نہیں تھی کہ وہ اس کا انکار کرتے۔ صحیحین اور دیگر کتبِ اربعہ میں کون سے راوی یہودی ہیں؟ جن کی طرف مضمون میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے؟ واقعہ معراج ۲۵ صحابہ کرام سے صحاح ستہ میں اور دیگر کتبِ احادیث میں مروی ہے۔ صحابہ سے آگے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا، گویا متواتر ہے۔ پھر ان تمام

راویوں کے حالات زندگی اسماء الرجال کی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ جہاں تک ان کتابوں میں یہود کے انبیاء کے متعلق ذکر ہے، تو قرآن و حدیث میں کئی ایسی باتیں ہیں جنکی تصدیق ان کی کتابوں سے ہوتی ہے۔ کوئی چیز ہمارے مذہب میں (یعنی احادیث نبویؐ میں) ان کی نقل کی وجہ سے نہیں آتی بلکہ براہ راست وحی الہی سے ہمیں ملی ہے۔ اگر کوئی چیز قرآن یا حدیث میں ہو اور اس کی تصدیق یہود و نصاریٰ کی تحریف شدہ کتابوں میں مل جائے تو یہ بات مذہب اسلام کی مزید حقانیت ثابت کرتی ہے۔ اہل کتاب میں اور مسلمانوں میں کئی چیزیں مشترک ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان کی اصل کتابوں میں تحریف ہو گئی پھر بھی کئی چیزیں اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ توحید، رسالت اور آخرت کے تصورات ان کتابوں میں موجود ہیں اگرچہ ان کی اصل شکل توراۃ اور انجیل میں ناپید ہے۔ تاہم اشارے ملتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی صفات توراۃ میں موجود ہیں۔

”يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ (البقرة ۱۷۶، الانعام ۸۰)“
 ”وہ ان کو پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔“

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ جب اُن سے ابن عباسؓ نے سوال کیا کہ آنحضرتؐ کی صفت توراۃ میں آپ نے کیسے پائی ہے؟ تو حضرت کعبؓ نے کہا:

”بَجْدِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُؤَلَّدُ بِمَكَّةَ وَيُحْيَا جُرُ
 إِلَى طَيْبَةَ وَيَكُونُ مُلْكُهُ بِالشَّامِ وَلَيْسَ بِفَحَّاشٍ وَلَا
 صَحَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ“ (سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲)

”ہم پاتے ہیں محمدؐ بن عبد اللہ مکہ میں پیدا ہوئے، طیبہ (مدینہ) کا پرانا نام ہے،
 کو ہجرت کریں گے، ان کی حکومت شام تک ہوگی، نہ فحش کلام کریں گے
 نہ گلیوں میں شور مچائیں گے۔“ یہ بھی حدیث ہے۔

اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ یہ صفتیں پہلی کتابوں میں موجود ہیں، لہذا ہم ان کا انکار کر دیں۔ بلکہ قرآن مجید نے بعض معاملات کے متعلق آں حضرتؐ کی تصدیق کے لیے مشرکین عرب سے کہا:

”فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ (النحل ۶۳)

”اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو۔“

اہل علم کے متعلق جامع البیان میں ہے:

”أَهْلُ الْكِتَابِ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى“ (ج ۱۲ ص ۱۰۹)

”یہود و نصاریٰ میں سے اہل کتاب مراد ہیں!“

جہاں تک آنحضرتؐ کا حضرت موسیٰؑ کا محتاج ہونا ہے اس شبہ کا جواب ان ہی احادیث میں موجود ہے۔ آنحضرتؐ نے بیت المقدس میں انبیاء کی جماعت کرائی حضرتؐ بھی مقتدیوں میں موجود تھے۔ پھر چھٹے آسمان پر آنحضورؐ کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ رونے لگے، پوچھنے پر انہوں نے فرمایا:

”لَا اَنْ عَلَا مَا بَعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِي“

”اگر تم میں سے کوئی میرے بعد میری امت میں“

”یہ لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا ہے لیکن اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی“

ہم بطور جدول یہ جواب دیتے ہیں کہ ان احادیث سے اگر آں حضرتؐ موسیٰؑ سے محتر ثابت ہوتے ہیں تو محمدؐ تو چھٹے آسمان پر چھوڑ کر اس سے بھی آگے بڑھ گئے، اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ آں حضرتؐ بلاشبہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی ملی ہیں جو کسی اور نبی کو نہیں ملیں، مجھے ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد دی گئی۔ روتے زمین کو ہمارے لیے مسجد اور طہارت کا سبب بنایا گیا کہ جہاں بھی میری امت میں سے کسی آدمی کو نماز کا وقت ہو جائے نماز پڑھ لے۔ مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا۔ ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور مجھے شفاعت کرنے کی اجازت عنایت فرمائی جاتی ہے۔“ (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۲)

دوسری حدیث میں شفاعت کی تشریح ہے جو حضرت ابوسعیدؓ سے مرفوعاً مروی ہے، کہ آدمؑ، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام جواب دے دیں گے تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت کریں گے۔ آپؐ سجدہ میں کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

”ارْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلِّ تَعَطَّ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ وَحَلِّ تَسْلَعُ
لِقَوْلِكَ“ (ترمذی حدیث ۱۶۵)

”اپنے سر کو اٹھائیں، جو سوال کریں، دیا جائے گا۔ شفاعت کریں، قبول کی جائے گی۔ آپ ہمیں آپ کی بات سنی جائے گی۔“

کئی احادیث میں آل حضرت کی دیگر انبیاء پر فضیلت کا ذکر ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرتؐ کے انتظار میں بیٹھے دیگر تمام انبیاءؑ کے فضا غل کا ذکر کر رہے تھے۔ آل حضرت تشریف لائے تو آپؐ نے تائید کی اور فرمایا،

”أَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا حَامِلُ لَوَاءِ الْحَمْدِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ الْأُذُنِ فَمَنْ دُونَهُ وَلَا فَخْرَ“

(دارمی ج ۱ ص ۳۰، ترمذی ج ۲ ص ۲۲۷)

”خبردار میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں، حمد کا جھنڈا یوم حشر کو میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اذہم اور ان کے علاوہ سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں!“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو انبیاء پر اور اہل آسمان پر فضیلت دی۔ دیگر لوگوں نے پوچھا، ”اے ابن عباسؓ! آسمان پر کس چیز سے فضیلت دی؟“ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان کو فرمایا،

”وَمَنْ يَقُلْ مِنِّي مُحَمَّدٌ رَافِي إِلَهُ مِنْ دُونِي فَذَا إِلِكْ نَجْزِيهِ
جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ“ (الانبیاء ۲۹)

”اور جو کوئی ان میں سے یہ کہہ بھی دے کہ میں بھی معبود ہوں اللہ کے سوا، سو اُسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔“ جبکہ محمدؐ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

”إِنَّا نَفْعُكَ إِلِكْ فَتَحَا قَبِيلِنَا لِيَخْضِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمُ
مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَأَخَّرُ“ (الفتح ۲۱)

”بے شک ہم نے آپؐ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ آپؐ کی سب

اگلی پھلی خطائیں معاف فرما دے۔“
پھر انہوں نے پوچھا، ”انبیاءؑ پر کیسے فضیلت ہے؟“ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا يَلْسَانُ قَوْمِهِ لِیُبَيِّنَ لِمَحْمُودٍ“ (ابراہیم: ۴)

”اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس کی زبان میں تاکہ وہ اُن لوگوں پر (تعلیمات) کھول کر بیان کریں۔“
جبکہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کے لیے فرمایا:

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ“ (السبا: ۲۸)

”اور ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کے لیے (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے۔“
آپ کو جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجا گیا (دارمی ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ قرآن سے ایک ورق لے کر آں حضرت کے پاس آئے اور بتا کر اس کو پڑھنے لگے، آنحضرتؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا:

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي، لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَادْرَكَ نَبُوَّتِي لَا اتَّبَعْتَنِي“

(دارمی: ج ۱، ص ۹۵)

”وہاں ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، اگر تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام آجاتیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔“

اگر معراج کی احادیث کے ساتھ ان کو بھی ملا کر ٹھٹھا لیا جاتے تو ہر قسم کے شکوک و شبہات دور ہو جاتیں گے۔ آخر میں قرآن مجید کی آیت لکھی جاتی ہے جس میں تمام انبیاءؑ سے آنحضرتؐ کی نبوت کا عہد عالم ارواح میں لیا گیا، اس لحاظ سے

آنحضرتؐ کی عظمت و مقام پر غور کیا جاسکتا ہے :

”وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَرَحْمَةٍ تَوَجَّاهُكُمْ رَسُولًا مُمْسِدًا لِمَا مَعَكُمْ لَتَتَّوِيغُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْرِي قَالُوا أَشَرُّنَا قَالَ فَأَتَمُّدُّوهُ إِنَّا فَعَلْنَا مَعَكُمْ مِمَّنْ الشَّهِيدِينَ“ (۱۱ عمران ۸۱)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت (کی قسم) سے دے دوں پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس کی تصدیق کرنے والا آئے، جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی نصرت کرنا۔ فرمایا، کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، ہاں ہم اقرار کرتے ہیں! فرمایا، تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“

دورِ حاضر کا

خلافتِ جمہوریت

ایک نہایت اہم مسئلہ

مغربی جمہوریت مجبوراً دو کا سب سے بڑا مسئلہ جس کو رائے غیر نفاذ اسلام ممکن نہیں کہ اسلامی نظامِ حیات اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، جبکہ ہم نفاذ اسلام کے ساتھ ساتھ اس کو بھی گلے لگاتے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ فاضلِ محترم مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ کے ترجمانِ کتابِ سنت اور حقیقتِ نیکار قلم سے قیمت ۱۵ روپے

جلد ۱۸ روپے

ناشر: ادارہ محدث مجلس تحقیقِ اسلامی - ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن

لاہور